سوال

(22) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وقدر کا وسیلہ

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کچھ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت، شرف، قدرومنزلت کے وسیلے کے لیے یہ حدیث پش کرتے ہیں کہ:

"توسلوا بجاہی فان جاہی عند اللہ عظیم"

''میری عزت وشرف کا وسیلہ مانگو، اس لیے کہ میری عزت، قدر اللہ کے ہاں عظیم ہے۔ "اور دعا میں" امین امین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم" بھی پڑھتے ہیں۔ وضاحت فرمادیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

یہ حدیث بے اصل ہے۔ (سلسلہ الضیعفہ :22)

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت، قدر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اللہ کے ہاں بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالی نے موسیٰ علیہ السلام کی تعریف کی:

وَكانَ عِندَ اللَّهِ وَجيهًا ٦٩ ... سورة الاحزاب

''وہ اللہ کے ہاں بہت عزت والا تھا۔''

اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کے ساتھ بغیر کسی شک وشبہ کے اللہ کے ہاں موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ شرف ومنزلت والے تھے لیکن یہ بات اوران کی عزت ومقام کا وسیلہ الگ معاملہ ہے۔ انہیں آپس میں خلط کرنا مناسب نہیں۔ جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی "جاہ" کے وسلیے سے دعا کرنے والے کا اگر یہ مقصد ہوتا ہے کہ اس سے دعا کی قبولیت کی امید ہے تو یہ بات بعید از عقل ہے، کیونکہ قبولیت دعا غیبی امور سے ہے جسے عقل سے نہیں پایا جاسکتا' لہذا اس بارے میں کسی صحیح دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ البتہ ایسا ممکن نہیں۔

اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے متعلق احادیث یا تو صحیح ہیں یا ضعیف۔

بہر حال صحیح احادیث سے ان کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ مثلاً استسقاء میں اور نابینے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ۔ تو در حقیقت یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا وسیلہ ہے نا کہ آپ کی عزت اور ذات کا۔ اب جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم الرفیق الاعلیٰ کے پاس چلے گئے ہیں تو آپ کی دعا سے توسل بھی ناممکن ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی ناممکن وناجائز ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین نے سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں استسقاء کے سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں' اس لیے کہ وہ مشروع وسیلہ کے معنی سے واقف تھے اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا (ان کی زندگی میں) سے وسیلہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ تبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی دعا کو وسیلہ (ذریعہ) بنایا جو کہ ممکن اور مشروع ہے۔

اسی طرح یہ بھی منقول نہیں کہ کسی نابینا نے اس نابینے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا کو وسیلہ بنایا ہو۔ اسلیے کہ اصل راز اس نابینا کی دعا۔

"اے اللہ! میں تیرے نبی' نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔"

میں نہیں بلکہ بڑا راز اس نابینا کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔ جس کا تقاضا اس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے کیا تھا۔ جیسا کہ اس کی دعا سے عیاں ہے:

"اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ"

''اے اللہ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت' میرے بارے میں قبول فرما۔''

الغرض حدیث کا سارا موضوع دعا پر مبنی ہے۔ جیسا کہ اس مختصر وضاحت سے قارئین کرام پر واضح ہو گیا ہے۔

حدیث اعمی کا بدعی وسیلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ لہذا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا انکار کرتے ہوئے فرمایا: جیسا کہ "الدر المختار" وغیرہ کتب حنفیہ میں!" میں اللہ تعالیٰ سے اللہ کی ذات کے علاوہ (کسی اور ذریعے سے) سوال کو ناپسند کرتا ہوں۔"

رہا زاہد کوثری کا اپنے "مقالات ص 381" پر یہ کہنا کہ:

"تاریخ بغداد میں صحیح سند کے ساتھ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو وسیلہ بنانے کا ذکر ہے۔"

تو یہ کوثری کے مبالغ' بلکہ مغالطے میں سے ہے۔ اس لیے کوثری نے جس کی طرف اشارہ کیا ہے وہ علامہ بغدادی نے (تاریخ بغداد 1/123) میں "عمر اسحاق بن ابراہیم از علی بن میمون از شافعی" سند سے ذکر کیا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو علی بن میمون نے یہ کہتے ہوئے سنا:

"بے شک میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تبرک لیے ہوئے قبر کی زیارت کے لیے آتا ہوں۔

جب مجھے کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو دو رکعات نماز ادا کر کے ان کی قبر کی طرف آتا ہوں اور امام صاحب کی قبر کے قریب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں' وہ ضرور مجھ سے دور (دعا کے ذریعے) ہوتے ہی پوری ہو جاتی ہے۔"

یہ روایت ضعیف باطل ہے۔ اس لیے کہ عمر بن اسحاق بن ابراہیم غیر معروف ہے اور اس کا ذکر کتب رجال میں نہیں ملتا۔ ممکن ہے کہ یہ "عمرو بن اسحاق بن ابراہیم بن حمید بن السکن ابو محمد التونسی" ہے جس کا ترجمہ علامہ خطیب بغدادی (12/226) نے کرتے ہوئے ذکر کیا کہ وہ بخارا کا رہنے والا ہے جو بغداد میں 341 میں آیا۔

اس کے علاوہ علامہ خطیب نے جرح وتعدیل ذکر نہیں کی' لہذا یہ مجہول الحال ہے، لیکن درست نہیں۔ کیونکہ اس کی اسناد "علی بن میمون" کی وفات 247ھ کی ہوئی، اس طرح ان

دونوں کی وفات کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے اوران کی ملاقات بعید ہے۔

لہذا یہ روایت ضعیف ہے جس کے صحیح ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "اقتضاء الصراط المستقیم ص :165"میں اس روایت کا معنی ذکر کرکے اسے باطل ثابت کیا ہے۔

اور توسل کے متعلق دوسری قسم کی احادیث ضعیف ہیں۔ (نظم الفرائد:1/74-72)

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ البانیہ

ایمان کے مسائل کا بیان وعدہ "وعید" تارک الصلاۃ کا حکم صفحہ:109

محدث فتویٰ